www.KitaboSunnat.com

جامعہ لاہور الاسلامیہ کی طرف سے شائع شدہ فتویٰ میں موجود ہے کہ قراءاتِ عشرہ متواترہ ہیں جس پر آپ نے اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی کتاب إرشاد الفحول کے المقصد الأوّل في الکتاب العزیز کی فصل ثانی اور سیر أعلام النبلاء جلد نمبر ۱۰ صفحہ ۱۴۱ پر موجود بحث کو دیکھنے کی تلقین فرمائی، ہم اس پر آپکے ممنون ہیں اور ذیل میں اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت کا ترجمہ اور مزید جن مقامات پر اُنہوں نے اس بحث کو ذکر کیا ہے، پیش کرتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ نے یہ مؤقف اختیار فرمایا ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ہر قراءت کے جمیع اَلفاظ متواتر نہیں ہیں بلکہ بعض اَلفاظ ایسے بھی ہیں جن کی سند تواتر اسنادی کے درجہ تک نہیں پہنچتی۔ آپ اِرشاد الفحول میں رقمطراز ہیں:

”اختلف في المنقول آحادا، هل هو قرآن أم لا؟ فقيل: ليس بقرآن، لأن القرآن ما تتوفر الدواعي نقله لكونه كلام الرب سبحانه، وكونه مشتملا على الأحكام الشرعية، وكونه معجزا. وما كان كذلك فلا بد أن يتواتر، فما لم يتواتر فليس بقرآن. هكذا قرر أهل الأصول التواتر وقد ادّعى تواتر كل واحدة من القراءات السبع وهي قراءة أبي عمرو ونافع وعاصم وحمزة والكسائي وابن كثير وابن عامر دون غيرها. وادعى أيضا تواتر لقراءات العشر وهي هذه مع قراءة يعقوب وأبي جعفر وخلف، وليس على ذلك أثارة من علم فإن هذه القراءات كل واحدة منها منقولة نقلا آحاديا، كما يعرف ذلك من يعرف أسانيد هؤلاء القراء لقراءاتهم، وقد نقل جماعة من القراء الإجماع على أن في هذه القراءات ما هو متواتر، وفيها ما هو آحاد ولم يقل أحد منهم بتواتر كل واحدة من السبع فضلًا عن العشر وإنما هو قول قاله بعض أهل الأصول وأهل الفن أخبر بفنهم.

والحاصل أن ما اشتمل عليه المصحف الشريف واتفق عليه القراء المشهورون فهو قرآن، وما اختلفوا فيه، فإن احتمل رسم المصحف قراءة كل واحد من المختلفين مع مطابقتها للوجه الإعرابي والمعنى العربي فهي قرآن كلُّها، وإن احتمل بعضها دون بعض، فإن صحّ إسنادا ما لم يحتمله وكانت موافقة للوجه الإعرابي فهي شاذة ولها حكم أخبار الآحاد في الدلالة على مدلولها وسواء كانت من القراءات السبع أومن غيرها. وأما ما لم يصحّ إسناده مما لم يحتمل الرسم فليس بقرآن ولا منزل منزلة أخبار الآحاد أما انتفاء كونه قرآنا فظاهر وأما انتفاء تنزيله منزلة أخبار الآحاد عدم صحة إسناده وإن وافق المعنى العربي والوجه الأعرابى فلا اعتبار بمجرد الموافقة مع عدم صحّة الأسناد.“

[إرشاد الفحول: ص ۸۷-۸۸، دار الكتب العربي ۱۹۹۹ء]

”اِس بارے میں اِختلاف ہے کہ قرآن کریم کے جو الفاظ خبر واحد سے نقل ہوئے ہیں کیا وہ قرآن ہیں یا نہیں؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ قرآن نہیں ہے کیونکہ اس میں وہ شروط موجود نہیں ہیں جو قرآن کے لیے ضروری ہیں اس لیے کہ قرآن کلام ربانی، اَحکام شرعیہ پر مشتمل ایک معجزہ ہے جس کے لیے ضروری ہے کہ وہ متواتر ہو اگر وہ متواتر نہیں تو وہ قرآن نہیں یہ اُصولیین کا نقطۂ نگاہ ہے لہٰذا قراءاتِ سبعہ یعنی نافع، ابن کثیر، ابن عمرو، ابن عامر، عاصم، حمزہ اور کسائی رحمہم اللہ میں سے ہر ایک متواتر ہے اسی میں ان کا دعویٰ یہ بھی ہے کہ قراءاتِ عشرہ بھی متواتر ہیں جس میں مذکورہ سات کے علاوہ ابوجعفر، یعقوب اور خلف رحمہم اللہ کی قراءت شامل ہے جبکہ اس پر کوئی علمی دلیل موجود نہیں ہے بلکہ ان میں سے ہر ایک قراءات خبر آحاد سے منقول ہے جس طرح قراءات کی اَسناد کے عالم اس سے پوری طرح باخبر ہیں۔ قراء کی ایک

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت نے اس پر اِجماع نقل کیا ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے بعض قراءات متواتر ہیں اور بعض خبر واحد کے ذریعہ سے منقول ہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ قراءاتِ سبعہ میں سے ہرایک متواتر ہے چہ جائیکہ عشرہ کے بارے میں یہ بات کہی جائے اور ہر صاحب فن اپنے فن کے بارے میں زیادہ باخبر ہوتا ہے جیسا کہ بعض اُصولیوں نے کہا ہے۔
حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ مصحف میں موجود ہے اور مشہور قراء جس پر متفق ہیں وہ قرآن ہے اور جس میں قراء کا اِختلاف ہو وہ اگر رسم اور لغت عرب کے موافق ہے تو وہ بھی سارا کا سارا قرآن ہے لیکن اگر سند صحیح ہو وجہ عربی کے موافق ہو لیکن رسم مصحف اس کو قبول نہ کرتا ہو تو وہ شاذ ہے تو اس کا حکم دلالت میں خبر آحاد کی مثل ہے برابر ہے کہ وہ قراءاتِ سبعہ میں سے ہو یا ان کے علاوہ لیکن جس کی سند بھی صحیح نہ اور رسم مصاحف سے بھی مخالف ہو اگرچہ نحوی وجہ کے موافق ہو تو نہ تو وہ قرآن ہے اور نہ ہی اس کا درجہ خبر آحاد کا ہے۔''

اِمام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ عبارت سے ماخوذ نکات

① اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے قراءت کے بارے میں ائمہ کے مذاہب کا تذکرہ کیا ہے کہ بعض علماء کے ہاں قراءاتِ عشرہ ساری کی ساری متواترہ ہیں، جبکہ ایک نظریہ یہ ہے کہ قراءات کی اَسناد تواتر کے درجہ تک نہیں پہنچتی بلکہ خبر آحاد ہیں، ایک جماعت نے قراء کا اِجماع نقل کیا ہے کہ قراءاتِ متواترہ کے ساتھ ساتھ کچھ اَلفاظ خبر آحاد سے بھی مروی ہیں۔

② اِمام شوکانی رحمہ اللہ نے اس بحث کا نتیجہ یوں نکالا ہے کہ ہر وہ قراءت جو رسم مصحف کے مطابق ہے اور جمیع قراء اسکے قرآن ہونے پر متفق ہیں تو وہ بالاتفاق قرآن ہے اور اگر قراء میں اختلاف موجود ہے لیکن اس کی سند صحیح ہے برابر ہے کہ وہ متواتر ہو یا آحاد، رسم مصحف کے بھی موافق اور لغت عرب سے بھی موافق ہو تو وہ بھی بالاتفاق قرآن مجید ہے۔ البتہ کسی قراءات کی سند صحیح ہے اور وجہ اعرابی کے بھی مطابق ہے لیکن رسم مصحف کے خلاف ہے تو وہ قراءتِ شاذہ ہے۔ بطور قرآن اس کو قبول نہیں کیا جائے گا بلکہ اس کا درجہ خبر آحاد کی مثل ہوگا جس سے اِستنباط ہوسکتا ہے۔

دوسری جگہ اپنی کتاب السیل الجرار میں فرماتے ہیں:

”والحق أن القراءات السبع فيها ما هو متواتر وفيها ما هو آحاد وكذلك القراءات الخارجة عنها وقد جمعنا في هذا رسالة حافلة ونقلنا فيها مذاهب القراء، وحكينا إجماعهم المروي من طريق أهل هذا الفن: أن المعتبر في ثبوت كونه قرآنا هو صحة السند مع احتمال رسم المصحف له وموافقته للوجه العربي. وأوضحنا أن هذه المقالة، أعني كون السبع متواترة وما عداها شاذاً ليس بقرآن. لم يقل بها إلا بعض المتأخرين من أهل الأصول، ولا تعرف عند السلف ولا عند أهل الفن على اختلاف طبقاتهم و تباين أعصارهم.“

[السيل الجرار:۲۳۹]

''حق بات یہ ہے کہ قراءاتِ سبعہ میں بعض متواتر ہے اور بعض آحاد ایسے ہی وہ قراءات ہے جو سبعہ کے علاوہ (قراءاتِ ثلاثہ) ہیں۔ اس بارے میں ہم نے ایک باقاعدہ رسالہ بھی تحریر کیا ہے جس میں قراء کے مذاہب نقل کئے ہیں اور اَہل فن کا اِجماع بھی نقل کیا ہے کہ قرآن ہر وہ شے ہے جس کی سند صحیح ہو، رسم عثمانی کے موافق ہو اور وجہ عربی کے بھی موافق ہو۔ اس میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ یہ کہنا، کہ قراءاتِ سبعہ متواتر ہیں اور اس کے علاوہ باقی جمیع قراءاتِ شاذ ہیں، یہ بعض متاخرین اُصولیوں کے علاوہ کسی نے نہیں کہا، سلف نے اور اہل فن میں سے کسی نے بھی کسی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی طبقہ اور عصر میں ایسی کوئی بات نہیں کہی۔“

اسی بحث کو امام شوکانی رحمہ اللہ نے نیل الأوطار میں باب الحجة في الصلوٰة بقراءة ابن مسعود وأبي میں تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

”والمصنف -رحمه الله- عقد هذا الباب للرد على من يقول: إنها لا تجزئ في الصلاة، إلا قراءة السبعة القراء المشهورين. قالوا: لأن ما نقل أحاديا ليس بقرآن، ولم تتواتر إلا السبع دون غيرها، فلا قرآن إلا ما اشتملت عليه. وقد رد هذا الاشتراط إمام القراءات الجزري، فقال في النشر: زعم بعض المتأخرين أن القرآن لا يثبت إلا بالتواتر ولا يخفى ما فيه لأنا إذا اشترطنا التواتر في كل حرف من حروف الخلاف انتفى كثير من أحرف الخلاف الثابتة عن هؤلاء السبعة وغيرهم. وقال: ولقد كنت أجنح إلى هذا القول ثم ظهر فساده. وموافقة أئمة السلف والخلف على خلاف وقال: القراءة المنسوبة إلى كل قارئ من السبعة وغيرهم منقسمة إلى المجمع عليه، والشاذ غير أن هؤلاء السبعة لشهرتهم وكثرة الصحيح المجمع عليه في قراءتهم تركن النفس إلى ما نقل عنهم فوق ما نقل عن غيرهم. فانظر كيف جعل اشتراط التواتر قولا لبعض المتأخرين وجعل قول أئمة السلف والخلف على خلافه.

وقال أيضاً في النشر: كل قراءة وافقت العربية ولو بوجه ووافقت أحد المصاحف العثمانية ولو احتمالا وصح إسنادها فهي القراءة الصحيحة التي لا يجوز ردها، ولا يحل إنكارها، بل هي من الأحرف السبعة التي نزل بها القرآن ووجب على الناس قبولها سواء كانت عن الأئمة السبعة أم عن العشرة أم عن غيرهم من الأئمة المقبولين، ومتى اختل ركن من هذه الأركان الثلاثة أطلق عليها ضعيفة أو شاذة أو باطلة سواء كانت عن السبعة أو عمن هو أكبر منهم، هذا هو الصحيح عند أئمة التحقيق من السلف والخلف، صرح بذلك المدني والمكي والمهدوي وأبوشامة، وهو مذهب السلف الذي لا يعرف من أحدهم خلافه، قال أبوشامة في 'المرشد الوجيز' فلا ينبغي أن يغتر بكل قراءة تُعزَى إلى أحد هؤلاء السبعة، ويطلق عليها لفظ الصحة وأنها أنزلت هكذا، إلا إذا دخلت في تلك الضابط، وحينئذ لا ينفرد مصنف عن غيره، ولا يختص ذلك بنقلها عنهم، بل إن نقلت عن غيرهم من القراء فذلك لا يخرجها عن الصحة، فإن الاعتماد على استجماع تلك الأوصاف لا على من تنسب إليه، إلى آخر كلام ابن الجزري الذي حكاه عنه صاحب 'الإتقان'. وقال أبو شامة: شاع على السنة جماعة من المقرءين المتأخرين وغيرهم من المقلدين أن السبع كلها متواترة أي كل حرف مما يروى عنهم. قالوا: والقطع بأنها منزلة من عند الله واجب ونحن نقول بهذا القول، ولكن فيما أجمعت على نقله عنهم الطرق واتفقت عليه الفرق من غير نكير فلا أقل من اشتراط ذلك إذ لم يتفق التواتر في بعضها. إذا تقرر لك إجماع أئمة السلف والخلف على عدم تواتر كل حرف من حروف القراءات السبع، وعلى أنه لا فرق بينها وبين غيرها، إذا وافق وجها عربيا وصح إسناده ووافق الرسم ولو احتمالا بما نقلناه عن أئمة القراءتين لك صحة القراءة في الصلاة بكل قراءة متصفة بتلك الصفة سواء كانت من قراءة الصحابة المذكورين في الحديث أو من قراءة غيرهم. وقد خالف هؤلاء

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الأئمة النويري المالكي في 'شرح الطيبة' فقال عند شرح قول ابن الجزري فيها:

فكل ما وافق وجه نحوي وكان للرسم احتمالا يحوي

وصح إسنادا هو القرآن فهذه الثلاثة الأركان

وكل ما خالف وجها أثبت شذوذه لو أنه في السبعة

ما لفظ ظاهره أن القرآن يكتفي في ثبوته مع الشرطين المتقدمين بصحة السند فقط ولا يحتاج إلى التواتر وهذا قول حادث مخالف لا جماع الفقهاء والمحدثين وغيرهم من الأصوليين والمفسرين. وأنت تعلم أن نقل مثل الإمام الجزري وغيره من أئمة القراء لا يعارضه نقل النويري لما يخالفه، لأنا إن رجعنا إلى الترجيح بالكثرة أو الخبرة بالفن أو غيرهما من المرجحات قطعنا بأن نقل أولئك الأئمة أرجح." [نيل الأوطار:۲۳۸-۲۳۹]

''فرماتے ہیں کہ مصنف رحمہ اللہ کا اس باب کو قائم کرنے کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو یہ نظریہ رکھتے ہیں کہ قراء سبعہ کی قراءت کے علاوہ کسی کی قراءات نماز میں جائز نہیں ہے اور جو قراءات خبر آحاد سے منقول ہیں وہ قرآن نہیں ہیں۔متواتر قراءات صرف سبعہ ہیں اور صرف یہی قرآن ہیں حالانکہ اس شرط کا امام القراءات ابن الجزری رحمہ اللہ نے النشر میں ردّ کیا ہے اور کہا ہے:

''بعض متاخرین کا زعم ہے کہ قرآن صرف تواتر سے ثابت ہوتا ہے جبکہ یہ بات مخفی نہیں کہ اگر ہم نے یہ شرط لگا دی تو بہت سے اَحرف اور کلمات ثابتہ (جو ان قراءِ سبعہ یا ان کے علاوہ سے منقول ہیں) کی نفی ہوجائے گی۔

پھر فرماتے ہیں: میں نے بھی اسی قول کو اختیار کیا تھا پھر جب اس کے فساد اور سلف وخلف کے بارے میں علم ہوا کہ وہ اس کے خلاف ہیں تو میں نے ترک کردیا۔

نیز فرماتے ہیں: وہ قراءات جو قراء سبعہ اور دیگر کی طرف منسوب ہیں دوطرح سے ہیں۔بعض ایسی ہیں جو مجمع علیہ اور بعض شاذ ہیں، باقی جو قراءاتِ سبعہ ہیں ان کی شہرت کی وجہ سے اور اس لیے بھی کہ ان میں صحیح اور مجمع علیہ قراءات ہیں اس لیے طبیعت ان کی طرف زیادہ مائل ہے۔

اس کے بعد امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

کہ یہاں غور کرنا چاہیئے کہ کس طرح امام ابن جزری رحمہ اللہ نے تواتر کی شرط کو بعض متاخرین کا قول قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ سلف وخلف اس کے مخالف ہیں۔

اپنے اس تبصرے کے بعد دوبارہ پھر امام جزری رحمہ اللہ کا قول نقل کیا ہے کہ آپ نشر میں فرماتے ہیں:

''ہر وہ قراءت جو صحیحہ ہے اس کا ردّ کرنا جائز نہیں، اس کا اِنکار کرنا حرام ہے اور وہ اُن اَحرف سبعہ میں سے ہے جن پر قرآن نازل ہوا ہے جن کا قبول کرنا واجب ہے، برابر ہے کہ وہ ائمہ سبعہ یا ائمہ عشرہ کی قراءت ہو یا ان کے علاوہ کسی بھی قابل اِعتماد امام سے منقول ہو۔جب بھی ان اَرکان ثلاثہ میں سے کوئی رُکن فوت ہوجائے تو وہ قراءت ضعیفہ، شاذہ یا باطلہ ہوگی اگرچہ وہ ائمہ سبعہ کی قراءت ہو یا ان سے بھی کسی بڑے امام کی ہو۔سلف وخلف میں سے محققین کا یہی مذہب ہے جس کی مکی بن ابی طالب رحمہ اللہ، امام دانی رحمہ اللہ، ابوالعباس مہدوی رحمہ اللہ اور امام شامہ رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے۔''

اس بارے میں اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ 'المرشد الوجیز' میں فرماتے ہیں:

''کسی کے یہ لائق نہیں کہ اس بات سے دھوکہ کھائے کہ قراءِ سبعہ کی طرف منسوب ہر روایت مطلق طور پر صحیح ہے اگرچہ اسی طرح ہی نازل ہوئی ہو، ہاں اگر اسے اس ضابطہ میں داخل کردیا جائے اور وہ اس پر پوری اُترے تو اُسے درست

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرار دیا جا سکتا ہے۔اس وقت اس میں کوئی بھی ناقل کسی دوسرے سے منفرد نہیں ہے اور نہ اس کو خاص کیا جائے گا کہ وہ انہی قراءِ سبعہ سے نقل کرے بلکہ وہ اس کے علاوہ بھی کسی سے نقل کرے تو درجہ صحت سے وہ کسی طرح بھی نہیں گرتی کیونکہ اعتماد فقط اس پر ہوگا کہ آیا اس میں اَوصاف ثلاثہ جمع ہیں؟ نہ کہ اس پر کہ وہ منسوب کس سے ہے۔''

اسی طرح ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ متاخر قراء اور مقلدین میں یہ بات عام طور پر معروف ہے کہ قراءاتِ سبعہ ساری کی ساری متواتر ہیں یعنی ہر ایک حرف جو بھی قراءِ سبعہ سے مروی ہے وہ درجہ ٔ تواتر کو پہنچا ہوا ہے۔

اور ہم کہتے ہیں قطعی بات یہ ہے کہ اس پر ایمان لانا واجب ہے کہ وہ منزلۃ ،من عنداللہ ہے۔لیکن اس میں کم اَز کم یہ شرط ضرور پائی جائے کہ اس کے طرق متفق ہوں اور جمیع علماء کا اس پر اِتفاق ہو اور کسی نے اس کے قران ہونے کا اِنکار نہ کیا ہو اگر چہ وہ تواتر کے درجہ تک نہ بھی پہنچتی ہوں۔

اِمام ابوشامہ رحمہ اللہ کے اس قول کے بعد امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جب سلف وخلف کے اجماع سے یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ قراءاتِ سبعہ کا ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے، ان میں اور دیگر قراءات (یعنی عشرہ) میں کوئی فرق نہیں ہے جب وہ وجہ نحوی کے موافق ہو سند صحیح ہو اور رسم مصاحف کے حقیقی یا احتمالی طور پر موافق ہو تو یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر ایسی قراءت کے ساتھ نماز درست ہے برابر کہ وہ مذکورہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت ہو یا ان کے علاوہ کسی اور کی ہو۔اس مسئلہ میں جمہور ائمہ کی امام النویری المالکی رحمہ اللہ نے شرح الطیبہ میں مخالفت کی ہے اور ان اَشعار:

فكل ما وافق وجه نحوي　　وكان للرسم احتمالا يحوي

وصح إسنادا هو القرآن　　فهذه الثلاثة الأركان

وكل ما خالف وجها أثبت　　شذوذه لو أنه في السبعة

کی شرح میں لکھتے ہیں: امام جزری رحمہ اللہ کے الفاظ جو ظاہر کر رہے ہیں کہ قران کے ثبوت کے لیے مذکورہ دو شروط (یعنی وجہ نحوی اور موافقت رسم) کے ساتھ صرف صحت سند کافی ہے تواتر کی ضرورت نہیں ہے یہ ایک نیا قول ہے جو فقہاء، محدثین،اصولیین اور مفسرین کے اجماع کے خلاف ہے۔

اس پر امام شوکانی رحمہ اللہ تبصرہ فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''کہ اس بات کا آپ کو بخوبی علم ہے کہ نویری کی بات علامہ جزری رحمہ اللہ کے مقابلہ میں کیا حیثیت رکھتی ہے کیونکہ اگر ترجیح کے اسباب کی طرف بھی رجوع کریں تو امام جزری رحمہ اللہ کے ہم نوا زیادہ لوگ ہیں اور پھر فن قراءات پر گہری نظر رکھنے والے ائمہ ہیں جو کہ اس کے راجح ہونے کے لیے کافی ہے۔''

امام شوکانی رحمہ اللہ کی مذکورہ تینوں اَبحاث سے درج نکات سامنے آتے ہیں:

① صرف یہ کہنا کہ قراءاتِ سبعہ ہی قران ہیں اس کے علاوہ کوئی چیز بطور قران قبول نہیں کی جائے گی یہ بات سراسر غلط ہے بلکہ اس کے علاوہ بھی قرآن مجید موجود ہے۔

② یہ کہنا بھی درست نہیں ہے کہ قراءاتِ سبعہ میں ہر ہر حرف تواتر الاسناد کے درجہ کو پہنچا ہوا ہے بلکہ بعض اَحرف (کلمات) سند کے اِعتبار سے آحاد بھی ہیں۔

③ ثبوتِ قراءات کے سلسلہ میں امام شوکانی رحمہ اللہ سو فیصد امام ابن الجزری رحمہ اللہ کے نظریہ پر اعتماد کرتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ ہر وہ قراءات جو رسم عثمانی کے حقیقی یا احتمالی طور پر موافق ہو لغت عرب کے مطابق ہو اور اس کی سند

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صحیح ہو برابر ہے کہ اُسے سندی تواتر حاصل ہو یا نہ ہو وہ قرآن ہے اوراس کا اِنکارقران کا اِنکار ہے جو شرعاً ناجائز اور حرام ہے اور یہ نظریہ امام ابن الجزری رحمہ اللہ کا نہیں ہے بلکہ جمیع محقق ائمہ مثلاً امام دانی رحمہ اللہ، مکی بن ابی طالب القیسی رحمہ اللہ، ابوالعباس المهدوی رحمہ اللہ اورابوشامہ رحمہ اللہ وغیرہم کا بھی یہی مسلک ہے۔

اس بارے میں ہماری پہلی گذارش یہ ہے کہ امام شوکانی رحمہ اللہ حجیت قراءات کے اُسی قدر قائل ہیں جس قدر امام ابن الجزری رحمہ اللہ ہیں اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ بالاتفاق قراءت کے امام اور محقق اعظم ہیں اور قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ایک قراءت کو حجت اور قرآن تسلیم کرتے ہیں لہٰذا امام شوکانی رحمہ اللہ کے صرف اس ایک مسئلہ سے کہ وہ کہتے ہیں کہ قراءتِ سبعہ یا عشرہ کا ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے بلکہ بعض آحاد بھی ہیں، کوئی آدمی یہ دلیل لے کہ وہ علم تجوید و قراءات میں آئمہ اسلاف سے علیحدہ کوئی رائے رکھتے تھے، تو یہ ان پر بہتان ہے۔ حالانکہ وہ اس مسئلہ میں جمہور علماء اور محقق قراء کے ہی پیرو ہیں اور ان سے ایک قدم بھی آگے بڑھے ہوئے نہیں ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو، جو امام شوکانی رحمہ اللہ کو بنیاد بنا کر متنوع قراءات کے مسئلہ میں جمہور سلف سے علیحدہ رائے رکھتے ہیں، انہیں اپنے مؤقف پر نظر ثانی فرمانے کی ضرورت ہے، کیونکہ اہل السنۃ والجماعۃ کے نمائندہ علماء میں کوئی ایسا فرد نہیں جو تنوع قراءات کے سلسلے میں اس قسم کی 'منفرد' رائے رکھتا ہو، حتی کہ اَہل تشیع بھی تعبیرات کے اختلاف سے قطع نظر مجموعی طور پر اس مسئلہ میں اہل سنت کے ساتھ ہیں۔ امام شوکانی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ رائے کہ وہ صحیح بخاری وغیرہ میں منقول قراءاتِ شاذہ کے بھی قرآن ہونے کے قائل تھے، یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ جس کی امام شوکانی رحمہ اللہ تو کیا اَہل السنۃ والجماعۃ کے مقتدر پیشواؤں سے بھی کوئی دلیل نہیں پیش کی جاسکتی، بلکہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے اس نظریہ کا بذات خود پُر زور ردّ کیا ہے۔ وہ السیل الجرار میں فرمایا ہے: ”أن المعتبر فی ثبوت کونه قرانا هو صحة السند مع احتمال رسم المصحف له و موافقته للوجه العربی: ثبوت قرآن میں اگر کوئی چیز معتبر ہے وہ یہ ہے کہ اس کی سند صحیح ہو، رسم مصحف میں اس کا اِحتمال موجود ہو اور وجہ عربی (نحوی) کے موافق ہو۔ لہٰذا جب تک کسی بھی روایت کے صحیح ہونے کے ساتھ ساتھ رسم کی موافقت موجود نہیں ہے تو امام شوکانی رحمہ اللہ کے ہاں بھی قران نہیں ہے اور بخاری وغیرہ کی جمیع روایات رسم مصحف کے مخالف ہونے کی وجہ سے بطور قران قبول نہیں کی جاسکتیں۔ جیسا کہ اِرشاد الفحول میں خود امام شوکانی رحمہ اللہ نے بھی اس کی بالکل واضح کھلے اور صریح اَلفاظ میں صراحت کی ہے اور اُسے غیر قران یعنی قراءتِ شاذہ قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں:

”فإن صح إسناد ما لم يحتمله وكانت موافقة للوجه الإعرابي والمعنى العربي فهي شاذة.“

”اگر سند صحیح بھی ہو اور وجہ اعرابی معنی عربی کے موافق ہو لیکن رسم مصحف کا احتمال موجود نہیں ہے تو وہ قراءتِ شاذہ ہے۔“

لہٰذا امام شوکانی رحمہ اللہ کو بنیاد بنا کر غیر قران کا قران قرار دینا خود امام شوکانی رحمہ اللہ پر بہت بڑا ظلم ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آپ کو ارسال کئے گئے فتویٰ میں جو آپ کے نزدیک بنیادی نقطہ اعتراض ہے وہ یہ ہے کہ شیوخ نے قراءاتِ عشرہ کو متواترہ کیوں لکھا ہے۔ اس بارے میں عرض یہ ہے کہ علماء کے ہاں تواتر کی تعریف میں فرق ہے۔ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تواتر کی تعریف کی ہے اور وہی عام طور پر معروف ہے، فرماتے ہیں:

”فأما خبر المتواتر فهو ما أخبر به القوم الذين يبلغ عددهم حداً يعلم عند شاهدتهم بمستقر العادّة أن اتفاق الكذب منهم محال.“

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''خبر متواتر وہ خبر ہے جس کو روایت کرنے والے اتنے زیادہ لوگ ہوں کہ ان کے مشاہدہ سے معلوم ہو کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہے پھر اسی تعریف کو دیگر مصنفین مزید تہذیب اور تنقیح سے بیان کیا ہے جیسا کہ تیسر مصطلح الحدیث میں ہے:"ماروواہ عدد كثير تحيل العادة تواطؤهم على الكذب ."

''متواتر وہ روایت ہے کہ جسے روایت کرنے والے اس قدر زیادہ ہوں کہ ان کا جھوٹ پر جمع ہونا عادۃً محال ہو۔''

[تيسير مصطلح الحديث: ١٩]

خطیب بغدادی رحمہ اللہ کی اس تعریف کے بارے میں حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ومن المشهور المتواتر الذي يذكره أهل الفقه وأصوله، وأهل الحديث لا يذكرونه باسمه الخاص المشعر بمعناه الخاص وإن كان الحافظ قد ذكره، ففي كلامه ما يشعر بأنه اتبع فيه غير أهل الحديث ."

''اور مشہور روایت میں سے متواتر روایت کی تعریف بھی ہے جو فقہاء اور اصولیوں نے ذکر کی ہے، جبکہ محدثین اس خاص نام اور مخصوص معنی کے ساتھ اس کو ذکر نہیں کرتے۔ اگرچہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اس تعریف کو ذکر کیا ہے لیکن ان کے کلام سے یہی مترشح ہے کہ وہ اس مسئلہ میں محدثین کے متبع نہیں ہیں۔''

حافظ ابن صلاح رحمہ اللہ نے خطیب بغدادی رحمہ اللہ کے جس نظریہ پر نقد کیا ہے وہ یہ ہے کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے تواتر کو جو عدد رواۃ کے ساتھ مقید کر دیا ہے یہ محدثین کے نقطۂ نظر کے خلاف ہے۔

اِس کے بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"فلا معنى لتعيين العدد على الصحيح ."[نزهة النظر:١٠]

''صحیح بات یہ ہے کہ تعین عدد کوئی چیز نہیں ہے۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس کے نظریہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

"وأما المتواتر فالصواب الذي عليه الجمهور: أن المتواتر ليس له عدد محصور، بل إذا حصل العلم عن أخبار المخبرين كان الخبر متواتراً ."

''متواتر کے سلسلہ میں درست رائے وہی ہے جس پر جمہور ہیں کہ متواتر کیلئے کسی تعین عدد کی ضرورت نہیں ہے بلکہ جب کسی خبر سے علم یقینی حاصل ہو جائے وہ متواتر ہے۔'' [مجموع فتاویٰ: ۱۸/۴۰]

شیخ الاسلام متواتر روایت کے بارے میں دوسری جگہ رقمطراز ہیں:

"فلفظ المتواتر يراد به معان، إذ المقصود من المتواتر ما يفيد العلم، لكن من الناس من لا يسمىٰ متواتراً إلا ما رواه عدد كثير يكون العلم حاصلًا بكثرة عددهم فقط . و يقولون: إن كل عدد أفاد العلم في قضية أفاد مثل ذلك العدد العلم في كل قضية وهذا قول ضعيف .

والصحيح ما عليه الأكثرون أن العلم يحصل بكثرة المخبرين تارةً ويحصل بصفاتهم لدينهم وضبطهم وقد يحصل بقرائن تحتف بالخبر يحصل العلم لمجموع ذلك وقد يحصل العلم بطائفة دون طائفة وأيضاً فالخبر الذي تلقاه الأئمة بالقبول تصديقاً أو عملا بموجبه يفيد العلم عند جماهير السلف والخلف ." [مجموع فتاویٰ: ۱۸/۴۸]

''لفظ متواتر سے کئی معانی مراد ہیں جبکہ اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ متواتر علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے، لیکن بعض لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ متواتر فقط وہی ہے جس کو عدد کثیر نے روایت کیا ہے اور علم یقینی کا فائدہ صرف اُسی خبر سے

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہوگا جس میں رُواۃ کی کثرت ہو۔ نیز یہ بھی کہتے ہیں کہ ہر وہ عدد جو کسی خاص معاملہ میں علم یقینی کا فائدہ دے ضروری ہے کہ یہی عدد ہر ایک قضیہ میں علم یقینی کا فائدہ دے جبکہ یہ انتہائی ضعیف قول ہے۔
صحیح بات وہی ہے جس پر اکثر اہل علم ہیں کہ کبھی علم یقینی رواۃ کی کثرت سے حاصل ہوتا ہے، کبھی رواۃ کی اعلیٰ صفات یعنی ان کے ضبط اور دینداری کی بنیاد پر ملتا، کبھی ایسے قرائن ساتھ مل جاتے ہیں جو اُسے علم قطعی کے درجہ تک پہنچا دیتے ہیں ،بعض دفعہ ایک جماعت تو علم کا فائدہ دے رہی ہوتی ہے لیکن دوسری نہیں۔ اسی طرح ہر وہ خبر بھی علم یقینی کا فائدہ دیتی ہے جیسے تلقی بالقبول حاصل ہوجائے اُسے ائمہ قبولیت صرف تصدیق کرکے عطا کریں یا اس پر عمل کرکے جیسا کہ جمہور سلف خلف کا نقطۂ نظر ہے، آخر میں فرماتے ہیں وھذا معنی المتواتر ، یہ ہے متواتر کا مفہوم۔''

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی اس واضح اور دوٹوک تصریح کے بعد مزید کسی بات کی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی۔ تواتر صرف یہ نہیں ہے جو کثرتِ رواۃ کی بنیاد پر ہوتا ہے بلکہ ہر وہ شے جو قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور کثرتِ رواۃ سے بھی قطعیت کا حصول ہوجاتا ہے اور اس کے علاوہ دیگر ذرائع بھی ایسے ہیں جن سے علم قطعی اور یقینی کا فائدہ حاصل ہوگا، خبر کا ہر وہ ذریعہ جس سے علم یقینی اور قطعی حاصل ہو وہ متواتر ہے۔ لہٰذا جامعہ لاہور الاسلامیہ کے شیوخ نے اپنے فتویٰ میں قراءاتِ عشرہ کے متواتر ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ 'ما أفاد القطع فھو متواتر' کہ جو بھی چیز قطعیت کا فائدہ دے وہ متواتر ہے اور قرآن کریم کے بارے میں اُمت مسلمہ کا ہر ہر دور میں یہ اِجماع رہا ہے اور آج بھی ہے کہ قرآن قطعی الثبوت ہے۔

یہ صرف ہمارا موقف نہیں بلکہ بقول حافظ ابن الصلاح رحمہ اللہ محدثین کا بھی یہی نظریہ ہے اور بقول شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ، جمہور سلف وخلف اسی نظریہ کے قائل ہیں اور جو لوگ صرف اس بات کے قائل ہیں کہ تواتر صرف کثرت رواۃ کی بنیاد پر حاصل ہوتا ہے ان کا قول ضعیف ہے۔

باقی رہا یہ مسئلہ کہ اِمام شوکانی رحمہ اللہ اور امام ابن الجزری رحمہ اللہ نے اس کی نفی کیوں کی ہے کہ قراءاتِ عشرہ میں سے ہر ہر حرف متواتر نہیں ہے اس سے ان کا مقصود فقط یہ کہ قراءات کا ہر ہر حرف تواتر الاسناد کے درجہ تک نہیں پہنچتا بلکہ بعض اَحرف سند کے اعتبار سے آحاد ہیں اور ان کے سند کے آحاد ہونے سے یہ قطعاً لازم نہیں آتا کہ وہ قطعی الثبوت نہیں ہیں اگر کوئی ایسا کہتا ہے تو اُسے اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی چاہئے۔ ہمارے نزدیک قرآن کریم کی جمیع قراءات قطعي الثبوت ہیں اور قطعی الثبوت کے بارے میں جمہور أھل الحدیث من السلف والخلف کا نظریہ یہ ہے کہ وہ متواتر ہے۔ واللہ أعلم بالصواب .

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
قاری فہد اللہ مراد
رُکن مجلس التحقیق الاسلامی

محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پرمشتمل مفت آن لائن مکتبہ